جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام موت

۱۳۰۹ھ

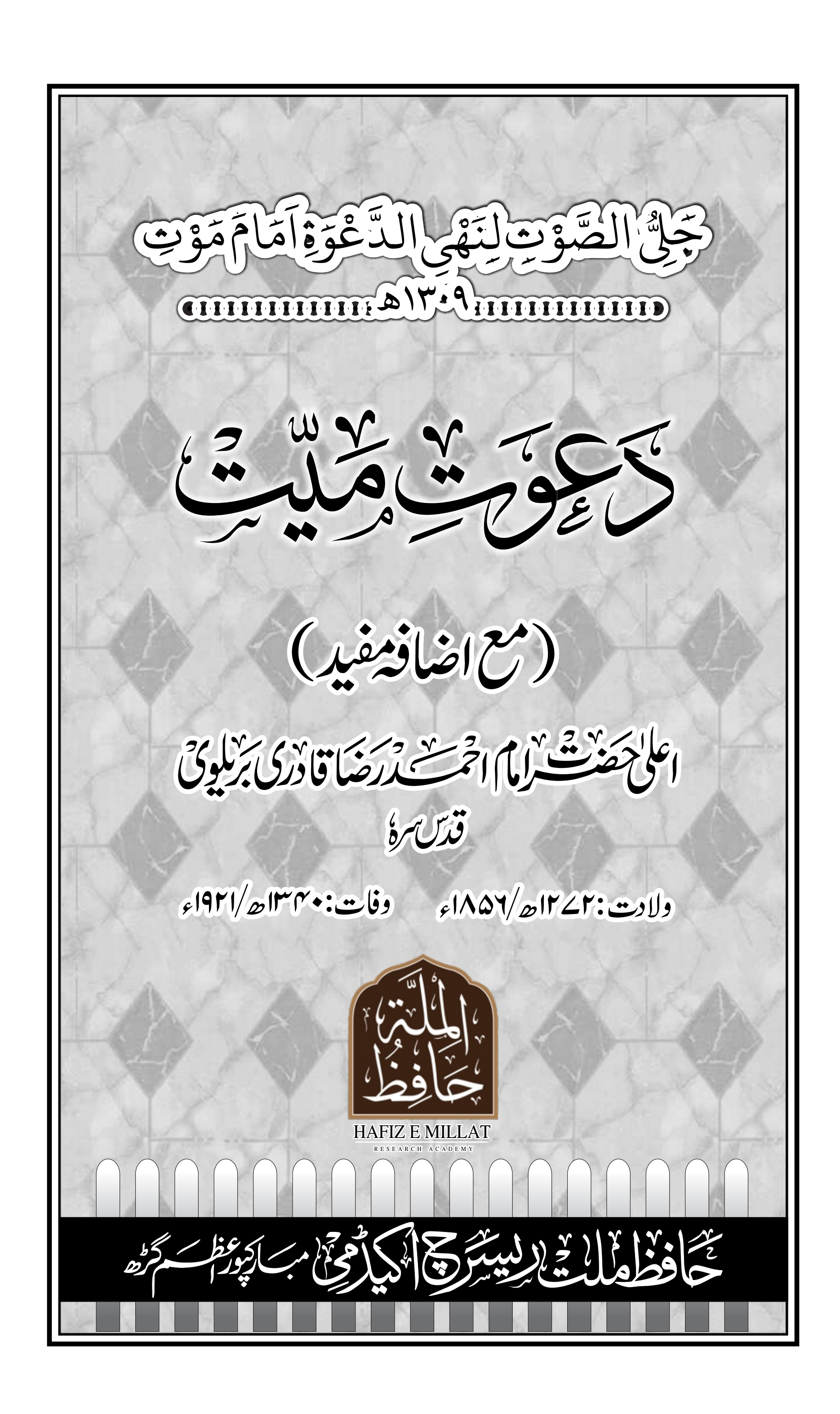
دعوتِ میّت

(مع اضافہ مفید)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی
قدس سرہٗ

ولادت: ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء وفات: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء





جلی الصوت لنہی الدعوۃ امام موت
۱۳۰۹ھ
دعوتِ میت
(مع اضافہ مفید)
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی
قدس سرہ
ولادت: ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء
وفات: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء
حافظ الملة
HAFIZ E MILLAT
RESEARCH ACADEMY
حافظ ملت ریسرچ اکیڈمی مبارکپور اعظم گڑھ

سلسلۂ اشاعت (۴)

نام کتاب: دعوتِ میت (مع اضافہ مفید)
جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام موت (۱۳۰۹ھ)
مصنف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان
تقریظ: حضرت علامہ الحاج محمد سبحان رضا خان (سبحانی میاں)
صاحب قبلہ مدظلہ العالی، سجادہ نشین: خانقاہ عالیہ ، رضویہ، بریلی شریف۔
تقدیم: ادیبِ شہیر حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی مدظلہ العالی
شیخ الادب: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
ناشر: حافظ ملت ریسرچ اکیڈمی، مبارک پور، اعظم گڑھ
باہتمام: وقت فاؤنڈیشن، الہ آباد
صفحات: ۴۰
قیمت: ۳۰ روپے

ملنے کے پتے

(۱)- حافظِ ملت ریسرچ اکیڈمی، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۲)- المجمع اسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳)- مکتبہ حافظِ ملت، مبارک پور، اعظم گڑھ



بخدمت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ العزیز

(ولادت:۱۲۷۲ھ—وفات:۱۳۴۰ھ)

جلالۃ العلم حافظِ ملت حضرت علامہ شاہ ابوالفیض عبدالعزیز

محدث مرادآبادی قدس سرہ

(ولادت:۱۳۱۲ھ—وفات:۱۳۹۶ھ)

علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت:۱۹۱۲ء—وفات:۱۹۷۱ء)

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان

علیہ الرحمۃ والرضوان

(ولادت:۱۲۹۲ھ—وفات:۱۳۶۲ھ)

جن کے چشمۂ شیریں سے تشنگانِ علوم نبویہ سیراب ہو رہے ہیں

اور ان شاءاللہ تاقیامِ قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

ادارہ



----☆----☆----☆----

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی حبیبہ الکریم وعلیٰ اٰلہ و اصحابہ و فقہاء شریعۃ و علماء ملتہ اجمعین، اما بعد!

بفضلہٖ تعالیٰ ابھی حال ہی میں "حافظ ملت ریسرچ اکیڈمی" کے زیر اہتمام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک گراں قدر رسالہ "جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام موت" انگریزی زبان میں بنام "Rights of the deceased" کچھ دیگر فتوؤں کے اضافے کے ساتھ شائع ہوا۔ اسی وقت ہمارے مشفق و موقر استاذ حضرت علامہ مولانا نفیس احمد مصباحی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی، شیخ الادب، جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ اگر اس رسالے کو اردو زبان میں بھی شائع کر دیا جاتا تو ہر خاص و عام کے لیے یکساں مفید ہوتا، حضرت کے اس مشورے کو ہم نے اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھ کر اس پر کام کرنا شروع کر دیا۔ اور الحمد للہ انھیں کی زیر نگرانی یہ کام بحسن و خوبی پایۂ تکمیل کو پہنچا اور اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس رسالے اور فتوے کو ہم نے دعوتِ اسلامی کے سافٹ ویئر سے نکال کر مندرجہ ذیل کام کیے:

- تمام احادیث و فقہی جزئیات کا اصل سے مقابلہ۔
- احکامِ شریعت سے اسی سے متعلق ایک عبارت مع ترجمہ کا اضافہ
- بنظرِ عمیق پروف ریڈنگ۔
- مصادر و مراجع کی فہرست۔

واضح رہے کہ اس رسالے میں شامل تمام عربی و فارسی عبارتوں کا ترجمہ عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ النورانی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ نے فرمایا ہے۔ اور احکامِ شریعت سے ماخوذ عبارت کا ترجمہ مولانا طفیل احمد مصباحی و مولانا جنید احمد مصباحی صاحبان نے کیا ہے، اس کے علاوہ دیگر امور کی انجام دہی اکیڈمی کے فعال اراکین نے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور مذکورہ بالا حضرات کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے شاد کام فرمائے اور ان کے علم و عمل میں مزید اضافہ فرمائے اور اس کتاب کو مقبولِ انام فرمائے۔ (آمین)

ادارہ

اظہارِ مسرت

از: حضرت علامہ الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف

----☆----☆----☆----

حامدًا و مصلّیًا و مسلّمًا.

آج وقت کی اہم ضرورت ہے کہ سنی بریلوی مسلمانوں کو ہر زبان میں تحریری اور لٹریری طور پر عقائد اہلِ سنت، معمولاتِ اہل سنت، تعلیماتِ اہل سنت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے صحیح خدوخال سے وقتاً فوقتاً روشناس کرایا جاتا رہے۔

یہ سن کر بڑی مسرت و شادمانی ہوئی کہ "حافظ ملت ریسرچ اکیڈمی" کے ذمہ دار حضرات نے اس اہم ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے "دعوتِ میت" کے عنوان پر میرے جد کریم سرکار اعلیٰ حضرت کے ایک رسالہ اور اس عنوان پر چند فتاویٰ کے مجموعہ کو جدید آب و تاب و اردو زبان کے ساتھ انگریزی زبان میں شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ "اس اشاعتی ادارہ" کو مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نمائندہ ادارہ بنائے اور اسے عروج و ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلات و التسلیم۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ
۱۴/ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

تقدیم

از: ادیبِ شہیر حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی دام ظلہ العالی
شیخ الادب جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

----☆----☆----☆----

الحمد لو لیّه والصلاۃ والسلام علی نبیه وعلیٰ آله وصحبه
المتأدّ بین بآدابه

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدّس سرہٗ [ولادت: ۱۰؍ شوال ۱۲۷۲ھ/ ۱۴؍ جون ۱۸۵۶ء وفات: ۲۵؍ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸؍ اکتوبر ۱۹۲۱ء] چودھویں صدی ہجری کے سب سے عظیم، بلند پایہ اور باکمال عالمِ دین تھے، آپ اس صدی کے مجدّد بھی تھے جس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ دین کے صحیح احکام اور رسول اکرم ﷺ کی ان سنتوں کو رواج دینے کی جدوجہد کرے جن پر لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہو اور معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعات و خرافات کو جڑ سے اکھاڑنے کی مخلصانہ کوشش کرے۔ آپ نے پوری زندگی دینِ متین کی بے لوث خدمت کی، مسلم سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں پر نکیر فرمائی، اور امت مسلمہ کے سامنے اسلامی شریعت کا صحیح حکم رکھا جو افراط و تفریط سے پاک تھا۔ اس زریں سلسلے کی ایک کڑی مردے کے وارثین اور اہلِ خانہ کی جانب سے دعوت کرنے کا مسئلہ بھی ہے۔ اس تعلق سے آپ نے ایک رسالہ اور کئی فتوے تحریر فرمائے۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی موضوع سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں ایک رسالہ اور تین فتوے شامل ہیں۔

☆ رسالے کا عربی نام: ”جَلِيُّ الصَّوْت لِنَهْيِ الدَّعْوَةِ أَمَامَ مَوْت“ ہے۔ جس سے ۱۳۰۹ھ کی تاریخ نکلتی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں ایک سوال آیا کہ ”ہندوستان کے اکثر علاقوں میں یہ رسم ہے کہ میت کی وفات کے دن سے ہی اس کے رشتے کی عورتیں میت کے گھر جمع ہو جاتی ہیں جن کے لیے شادیوں جیسا اہتمام ہوتا ہے، ان میں سے کچھ

تو دوسرے، تیسرے دن واپس ہوتی ہیں، اور کچھ چالیسویں تک رہتی ہیں، ان کے لیے اہلِ میت، کھانے پینے کے ساتھ پان وغیرہ کا بھی اہتمام کرتے ہیں، اور خاصے اخراجات کرنے کے لیے مجبور ہوتے ہیں، اور ہاتھ خالی ہونے کی صورت میں مجبوراً عام قرض، بلکہ سودی قرض بھی لیتے ہیں۔ اگر اہتمام نہ کریں تو بدنام ہوتے ہیں۔ یہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟"

اس سوال کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ رسم بہت سی سخت خرابیوں، برائیوں اور گناہوں سے آلودہ ہے، اور کئی وجہ سے ناجائز ہے:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ یہ دعوت خود ناجائز ہے، اور نہایت بری بدعت ہے، کیوں کہ ہماری شریعت نے دعوت خوشی کے موقع پر رکھی ہے، نہ کہ غمی میں۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ اس میں ریا، نام ونمود اور دکھاوا بھی ہوتا ہے، جو شرعاً ناجائز ہے۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ کبھی میت کے وارثین میں کوئی یتیم اور نابالغ بچہ بھی ہوتا ہے، یا سارے وارثین موجود نہیں ہوتے، اور ان کی اجازت کے بغیر یہ سب اہتمام ہوتا ہے جو ناجائز و حرام ہے، کیوں کہ یہ یتیم کا مال ناحق طریقے سے کھانا، یا مالک کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرنا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔

چوتھی وجہ: یہ ہے کہ اس موقع پر عورتیں اکٹھا ہو کر روتی، چلاتی اور نوحہ و ماتم کرتی ہیں، یہ سب زمانۂ جاہلیت کے کام ہیں جن سے اسلام نے منع فرمایا۔ ایسے مجمع کے لیے تو میت کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی کھانا بھیجنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ گناہ پر ان کی مدد ہے۔

پانچویں وجہ: یہ ہے کہ لوگوں کے لعن وطعن سے بچنے کے لیے اپنی وسعت اور مالی حیثیت سے بڑھ کر دعوت کرنی پڑتی ہے، جس کے لیے بسا اوقات قرض لینا پڑتا ہے، اور یوں ہی قرض نہ ملا تو سودی قرض کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس طرح میت کے گھر والے اپنا غم بھول کر اس آفت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ایسا تکلف شریعت مطہرہ کو کسی حال میں پسند نہیں، اور سودی قرض لینا تو بالکل حرام اور باعث لعنت ہے۔

اس رسالے کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ چوں کہ میت کے اہلِ خانہ کے لیے تین دن شرعاً سوگ اور غم کے ہیں، اور غمی میں دعوت عام کی اجازت نہیں، اس لیے تیجہ (سوم) کے دن

دعوتِ عام ممنوع ہے اور کبھی کبھی اس کے علاوہ کچھ اور اسباب بھی پائے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے یہ دعوت ناجائز ہے۔ یہیں سے معلوم ہوا کہ اگر یہ سوم کی فاتحہ کے لیے کھانا نہ تیار کیا گیا ہو بلکہ بعد میں دسویں، بیسویں، چالیسویں یا سالانہ فاتحہ کے لیے ہو اور اس کا مقصد لوگوں کو کھلا کر مردے کو ثواب پہنچانا ہو، شادیوں کی طرح دعوتِ مسرت اور مہمان داری مقصود نہ ہو تو اس کے لیے اہلِ خانہ کا لوگوں کو بلانا اور مدعو حضرات کا اسے کھانا بلا شبہہ جائز ہے، خواہ وہ مال دار ہوں یا غریب و محتاج۔

☆ اس رسالے سے جو بات مفہومِ مخالف کے طور پر ثابت ہوتی ہے، اس کے بعد والے فتوے میں اس کی صراحت موجود ہے۔

مذکورہ بالا رسالہ ۱۳۰۹ھ کا لکھا ہوا ہے، جب کہ یہ فتویٰ ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ میں لکھا گیا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ اکبر علی شاہ، کلی ناگر، پورن پور، ضلع پیلی بھیت نے امام احمد رضا قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ: ”اگر کوئی شخص مرے اور اس کے گھر والے چہلم (چالیسواں) کا کھانا پکائیں اور جو برادر یا غیر ہوں، ان سے کہیں کہ تمھاری دعوت ہے تو وہ دعوت قبول کی جائے یا نہیں؟ اور اس کا کھانا کیسا ہے؟

اس کے جواب میں آپ نے یہ گراں قدر فتویٰ تحریر فرمایا، جس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱)– عرفِ عام میں یہی ہے کہ چہلم وغیرہ کے کھانا پکانے سے لوگوں کا اصل مقصود مردے کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے، اسی مقصد سے وہ یہ کام کرتے ہیں، اور اسی لیے اسے فاتحہ کا کھانا اور چہلم کی فاتحہ وغیرہ کہتے ہیں۔ اس نیت سے جو کھانا بھی پکایا جائے مستحسن ہے۔

(۲)– تحقیق یہ ہے کہ صرف غریبوں اور محتاجوں کے کھلانے پلانے میں ہی ثواب نہیں، بلکہ مال داروں کو کھلانے میں بھی اجر و ثواب ہے۔ مال دار تو مال دار، ہر جان دار کو کھلانا پلانا کارِ ثواب ہے، اگر چہ وہ چوپایہ یا پرندہ ہو۔ اسی طرح انسان اچھی نیت سے اپنی بیوی بچوں اور خادم کو جو کھلائے، بلکہ جو خود کھائے وہ بھی صدقہ اور کارِ ثواب ہے، جیسا احادیث نبویہ سے صراحۃً ثابت ہے۔

(۳)– اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے، تو جو کھانا فاتحہ کے لیے پکایا گیا، لوگوں کو بلاتے وقت اسے دعوت کہنے سے وہ نیت بے کار نہ ہوگی، جیسے کوئی اپنے غریب بھائی بھتیجوں کو عید کے دن کچھ رقم دل میں زکات کی نیت سے اور زبان سے عیدی کہہ کر دے تو اس کی

زکات ادا ہو جائے گی، عیدی کہنے سے وہ نیت باطل اور بے کار نہ ہوگی۔
(۴)– اس کے ساتھ ہی اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور غم خواری بھی کارِ ثواب ہے، اگرچہ وہ مال دار ہوں۔
(۵)–اور آدمی جس چیز پر ثواب پائے اس کا ثواب مردے کو پہنچا سکتا ہے، اس کے لیے صدقہ ہونا ضروری نہیں۔
(۶)–اگرچہ افضل و بہتر یہی ہے کہ غریبوں اور محتاجوں کو صدقہ کرے، کیوں کہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔
(۷)– ہاں! جس کا مقصد ثواب پہنچانا نہ ہو بلکہ شادیوں کی طرح دعوت اور مہمان داری کی نیت سے پکائے، تو وہ کارِ ثواب نہیں، نہ ایسی دعوت شریعت مطہرہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے، اسے قبول نہ کرنا چاہیے، کیوں کہ ایسی دعوتوں کا محل شادی ہے، نہ کہ غمی۔ لہٰذا علما فرماتے ہیں کہ یہ بدعتِ سیئہ ہے۔
(۸)– یوں ہی چالیسویں، شش ماہی، یا برسی پر جو کھانا ایصالِ ثواب کی نیت کے بغیر صرف رسم کے طور پر پکاتے ہیں اور شادیوں کی بھاجی کی طرح برداری میں بانٹتے ہیں، وہ بے اصل ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہیے، خصوصاً جب نام و نمود اور فخر و بڑائی کے اظہار کے لیے ہو، کیوں کہ حدیث میں اس طرح کے کھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔
(۹)– لیکن بغیر کسی واضح دلیل کے کسی مسلمان کے بارے میں یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے بڑائی کے اظہار اور ناموری کے لیے کیا ہے، جائز نہیں، کیوں کہ اس کا تعلق دل سے ہے، اور دل کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اور بلا وجہ کسی مسلمان پر بد گمانی حرام ہے۔
اس فتوے کے آخر میں فرماتے ہیں کہ: ”بحمدہٖ تعالیٰ یہ معتدل اور درمیانی بات ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہے۔“
☆ پھر اس کے بعد کا فتویٰ موت کے دن سے تیجہ تک کے اس کھانے کے تعلق سے ہے جسے میت کے گھر والے مہمانی کے طور پر پکاتے ہیں، اور تیجے کے بتاشوں کے لینے کے بارے میں ہے۔

اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے کھانے کرنا جائز قرار دیا ہے، اور بتاشوں کے لینے کو جائز کہا ہے، کیوں کہ عرف یہی ہے وہ ایصالِ ثواب کی نیت سے ہوتے ہیں، مہمانی کے لیے نہیں۔ پھر بھی ان سے بھی بچنا بہتر ہے اور فرمایا کہ میرا عمل ہمیشہ سے اسی پر ہے کہ ان سے بچتا ہوں۔

☆آخری فتوے میں فاتحہ کا طریقہ بیان فرمایا ہے:

بہر حال یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت اہم اور وقیع ہے، اور اس سے تیجہ، دسویں، بیسویں، چالیسویں ششماہی اور سالانہ فاتحہ کے مواقع پر تیار کیے جانے والے کھانوں اور شیرینی وغیرہ کے صحیح اور تحقیقی شرعی احکام سامنے آتے ہیں۔

زیر نظر کتاب حافظ ملت ریسرچ اکیڈمی، مبارک پور کے زیر اہتمام شائع ہو رہی ہے، جو "وقت فاؤنڈیشن الہ آباد" کی ایک شاخ ہے، اسے جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (انڈیا) کے فارغ کچھ صالح فکر، بلند حوصلہ، درد مند اور مخلص مصباحی علمانے قائم کیا ہے، یہ اس ادارہ کے اشاعتی سلسلے کی چوتھی کڑی ہے، اس کے بعد شیخ الدلائل حضرت علامہ عبدالحق محدث الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گراں قدر کتاب "الدُّرُّ المُنَظَّم في بيانِ حُكْمِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ الْاَعْظَمْ" کو جدید طرز اور نئے رنگ و آہنگ میں شائع کرنے کا پروگرام ہے، امید ہے کہ اسی سال عرس حافظ ملت کے موقع پر یہ کتاب بھی چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس ادارے کی خدمات کو قبول فرمائے، اسے خوب خوب ترقیوں سے ہم کنار فرمائے اور غیب سے اس کی ترقی کے اسباب مہیّا فرمائے۔ آمین.

مورخہ ۲۹؍ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
۳؍ نومبر ۲۰۱۳ء بروز یک شنبہ

نفیس احمد مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
یوپی، انڈیا

رسالہ

جَلِیُّ الصَّوْت لِنَھْیِ الدَّعْوَۃِ اَمَامَ مَوْت (۱۳۰۹ھ)

(کسی موت پر دعوت کی ممانعت کا واضح اعلان)

مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلادِ ہندیہ میں رسم ہے کہ میّت کے روزِ وفات سے اس کے اعزہ واقارب واحباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں، اس اہتمام کے ساتھ جو شادیوں میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں، بعض چالیس دن تک بیٹھتی ہیں، اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے، پان چھالیا کا اہتمام اہل میّت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیربار[۱] ہوتے ہیں، اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو اس ضرورت سے قرض لیتے ہیں، یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں، اگر نہ کریں تو مطعون وبدنام ہوتے ہیں، یہ شرعًا جائز ہے یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمد اللہ الذی أرسل نبینا الرحیمَ الغفورَ بالرفقِ والتیْسیرِ وأعْدَل الأمورفسَنَّ الدعوۃَ عند السُّرُوْرِ دُوْنَ الشرورِ ﷺ وبارك علیه وعلٰی اٰله الکرام وصحبه الصُّدُوْرِ."

سب خوبیاں اللہ کے لیے جس نے ہمارے رحم کرنے بخشنے والے نبی کو نرمی وآسانی کے ساتھ بھیجا اور کاموں میں اعتدال رکھا، تو دعوت کا طریقہ سرورخوشی) کے وقت رکھا نہ کہ

(۱)- زیربار: بہت زیادہ خرچ، بوجھ ان کے سر آتا ہے۔

شرور (غمی) کے وقت، خدائے تعالیٰ ان پر، ان کی معزز آل اور مقدم اصحاب پر درود و سلام اور برکت نازل فرمائے۔

سبحان اللہ! اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا؟ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اولاً: یہ دعوت خود ناجائز و بدعتِ شنیعہ قبیحہ ہے۔ امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سندِ صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

"كُنَّا نَعُدُّ الاِجْتِمَاعَ إِلٰى اَهْلِ المَيِّتِ وَ صُنْعَهُمْ الطَعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ." [1]

ہم گروہِ صحابہ اہلِ میّت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت [2] سے شمار کرتے تھے۔

جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

"يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّه شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَافِي الشُّرُوْرِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ." [3]

اہلِ میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

"ولفظه يُكْرَهُ الضِّيَافَةُ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهَا شُرِعَتْ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ." [4]

(۱)۔ مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبداللہ بن عمرو، ج:۲، ص:۲۰٤. /سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النھی عن الاجتماع الخ. ص:۱۱۷.

(۲)۔ نیاحت: نوحہ کرنا۔

(۳)۔ فتح القدیر، فصل فی الدفن، ج:۲، ص:۱۰۲.

(۴)۔ مراقی الفلاح علیٰ ھامش حاشیۃ الطحطاوی، فصل فی حملھا و دفنھا ص:۳۳۹.

میّت والوں کی جانب سے ضیافت منع ہے اس لیے کہ اسے شریعت نے خوشی میں رکھا ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بری بدعت ہے۔

فتاویٰ خلاصہ، وفتاویٰ سراجیہ، وفتاویٰ ظہیریہ، وفتاویٰ تاتار خانیہ اورظہیریہ سے خزانۃ المفتین وکتاب الکراہیۃ اور تاترخانیۃ سے فتاویٰ ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے:

"واللَّفْظُ لِلسِّرَاجِیَّةِ لَا یُبَاحُ اتِّخَاذُ الضِّیَافَةِ عِنْدَ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْمُصِیْبَةِ. [1]اھ. زَادَفِی الْخُلَاصَةِ، لِأَنَّ الضِّیَافَةَ تُتَّخَذُ عِنْدَ السُّرُوْرِ." [2]

سراجیہ کے الفاظ ہیں کہ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں، اھ خلاصہ میں یہ اضافہ کیا کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔

فتاویٰ امام قاضی خاں، کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

"یُکْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّیَافَةِ فِیْ أَیَّامِ الْمُصِیْبَةِ لِأَنَّهَا أَیَّامُ تَأَسّفٍ فَلَا یَلِیْقُ بِهَا مَایَکُوْنُ لِلسُّرُوْرِ." [3]

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں۔

تبیین الحقائق، امام زیلعی میں ہے:

"لَا بَأْسَ بِالْجُلُوْسِ لِلْمُصِیْبَةِ إِلٰی ثَلٰثٍ مِنْ غَیْرِ ارْتِکَابِ مَحْظُوْرٍ مِنْ فَرْشِ الْبُسُطِ وَالْأَطْعِمَةِ مِنْ أَهْلِ الْمَیِّتِ." [4]

مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ کسی امرِ ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ جیسے مکلف[5] فرش بچھانے اور میّت والوں کی طرف سے کھانے۔

(۱)-فتاویٰ سراجیہ، کتاب الکراھیۃ، باب الولیمہ، ص ۷۵.
(۲)-خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الکراھیۃ، ج:٤، ص:٣٤٢.
(۳)-فتاویٰ قاضی خاں، کتاب الکراھیۃ، ج:٤، ص:٧٨١.
(۴)-تبیین الحقائق، فصل فی تعزیۃ اھل البیت، ج:١، ص:٢٤٦.
(۵)-مکلف: پر تکلف۔

امام بزازی "وجیز" میں فرماتے ہیں:

"یُكْرَهُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْأُسْبُوْعِ"[1]

یعنی میّت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔

علامہ شامی "ردالمحتار" میں فرماتے ہیں:

"اَطَالَ ذٰلِكَ فِي الْمِعْرَاجِ وَقَالَ وَهٰذِهِ الْأَفْعَالُ كُلُّهَا لِلسُّمْعَةِ وَالرِّ يَاءِ فَيُتَحَرَّزُ عَنْهَا."[2]

یعنی "معراج الدرایہ شرح ہدایہ" نے اس مسئلہ میں بہت طویل کلام کیا اور فرمایا: یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

جامع الرموز، آخر الکراہیۃ میں ہے:

"يُكْرَهُ الْجُلُوْسُ لِلْمُصِيْبَةِ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ اَوْ اَقَلَّ فِي الْمَسْجِدِ وَ يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ فِي هٰذِهِ الْأَيَّامِ وَكَذَا اَكْلُهَا كَمَا فِي خَيْرَةِ الْفَتَاوىٰ."[3]

یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع ہے، جیسا کہ خیرۃ الفتاوی میں تصریح کی۔

اور فتاویٰ انقروی اور واقعات المفتین میں ہے:

"يُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَأَكْلُهَا لِأَنَّهَا مَشْرُوْعَةٌ لِلسُّرُوْرِ."[4]

تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوئی ہے۔

(۱)-فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ، الباب الخامس والعشرون فی الجنائز، ج:٤، ص:٨١.
(۲)-ردالمحتار، باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی کراھیۃ الضیافۃ الخ، ج:١، ص:٦٠٣
(۳)-جامع الرموز، کتاب الکراھیۃ، ج:٣، ص:٣٢٨.
(۴)-فتاویٰ انقرویہ، کتاب الکراھیۃ والاستحسان، ج:١، ص:٣٠.

"کشف الغطاء" میں ہے:

"ضیافت نمودن اہل میّت اہل تعزیت را وپختن طعام برائے آنہا مکروہ ست۔ باتفاق روایات چہ ایشاں رابہ سببِ اشتغال بمصیبت استعداد وتہیہ آن دشوار است۔" (۱)

تعزیت کرنے والوں کے لیے اہل میّت کا ضیافت کرنا اور کھانا پکانا باتفاقِ روایات مکروہ ہے اس لیے کہ مصیبت میں مشغولی کی وجہ سے اس کا اہتمام ان کے لیے دشوار ہے۔

اسی میں ہے:

"پس آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم وقسمت نمودن آں میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور است نہ نزد شرور وھو المشھور عند الجمھور۔" (۲)

تو یہ رواج پڑگیا ہے کہ تیسرے دن اہل میّت کا کھانا پکاتے ہیں اور اہل تعزیت اور دوستوں کو بانٹتے کھلاتے ہیں ناجائز وممنوع ہے۔ خزانۃ میں اس کی تصریح ہے اس لیے کہ شرع میں ضیافت خوشی کے وقت رکھی گئی ہے مصیبت کے وقت نہیں اور یہی جمہور کے نزدیک مشہور ہے۔

ثانیاً: غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے۔ یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے، نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے، جب تو یہ امر سخت حرامِ شدید پر متضمن (۳) ہوتا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠ (۱۰)" (۴)

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہہ وہ اپنے پیٹوں میں انگارے

(۱)۔کشف الغطاء، فصل نهم: تعزیت، ص: ۷٤.

(۲)۔کشف الغطاء، فصل نهم: تعزیت، ص: ۷٤.

(۳)۔متضمن: شامل ہونا۔

(۴)۔القرآن المجید، النساء: ٤، آیت: ۱۰.

بھرتے ہیں، اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔

مالِ غیر میں بے اذنِ غیر تصرف خود ناجائز ہے:

"قَالَ تَعَالٰی: لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ"۔ (۱)

اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔

خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے ہے نہ اس کے باپ نہ اسے کے وصی (۲) کو:

"لِأَنَّ الْوَلَايَةَ لِلنَّظَرِ لَا لِلضَّرَرِ عَلَى الْخُصُوْصِ."

(اس لیے کہ ولایت فائدے میں نظر کے لیے ہے نہ کہ معین طور پر ضرر کے لیے)

اور اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مالِ خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں، تو سب وارث موجود و بالغ و راضی ہوں۔

خانیہ و بزازیہ و تتار خانیہ و ہندیہ میں ہے:

"اِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا اِذَا كَانَتِ الْوَرَثَةُ بَالِغِيْنَ وَاِنْ كَانَ فِي الْوَرَثَةِ صَغِيْرٌ لَمْ يَتَّخِذُوْا ذٰلِكَ مِنَ التَّرِكَةِ." (۳)

اگر فقرا کے لیے کھانا پکوائے تو اچھا ہے جب کہ سب ورثہ بالغ ہوں، اور اگر کوئی وارث نابالغ ہو تو یہ ترکہ سے نہ کریں۔

نیز فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

"اِنِ اتَّخَذَ وَلِيُّ الْمَيِّتِ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِي الْوَرَثَةِ

(۱)۔القرآن المجید، آیت:۱۸۸، البقرہ:۲.

(۲)۔وصی: وہ شخص جس کے بارے میں مرنے والا وصیت کر گیا ہو۔

(۳)۔فتاویٰ ہندیہ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج:۵، ص:۳٤٤.

صَغِیْرٌ فَلَا یَتَّخِذ ذٰلِكَ مِنَ التَّرَکَةِ.“(۱)

ولی میّت اگرفقرا کے لیے کھانا تیار کرائے تو اچھا ہے۔لیکن ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو تو ترکہ سے یہ کام نہ کرے۔

ثالثًا: یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں۔افعالِ منکرہ(۲) کرتی ہیں، مثلاً چلاّ کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا،الیٰ غیر ذلك،اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے،ایسے **مجمع** کے لیے میّت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔

”قَالَ تَعَالیٰ: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ.“ (۳)

(گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)نہ کہ اہل میّت کا اہتمامِ طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے،تو اس ناجائز **مجمع** کے لئے ناجائز تر ہوگا۔

کشف الغطاء میں ہے:

”ساختن طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میّت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ است زیرا کہ اعانت است ایشاں را بر گناہ۔“(۴)

اگر نوحہ کرنے والیاں جمع ہوں تو اہلِ میّت کے لیے دوسرے تیسرے دن کھانا پکوانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں گناہ پر اعانت ہے۔

رابعًا: اکثر لوگوں کو اس رسمِ شنیع(۵) کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے، یہاں تک کہ میّت والے بے چارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ایسا تکلف

---

(۱)۔فتاویٰ قاضی خاں، کتاب الحظر والاباحة، ج: ٤، ص: ٧٨١.

(۲)۔افعالِ منکرہ: ناپسندیدہ کام۔

(۳)۔القرآن الکریم، آیت: ۲، المائدہ: ۵ .

(۴)۔کشف الغطاء، فصل نهم تعزیت، ص: ٧٤.

(۵)۔رسمِ شنیع: بری رسم۔

شرع کو کسی امر مباح کے لیے بھی زنہار[1] پسند نہیں، نہ کہ ایک رسمِ ممنوع کے لیے، پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی ملا تو حرامِ خالص ہو گیا، اور معاذاللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملے کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے باعث لعنت ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔ غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں، اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسومِ شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں، اور طعنِ بیہودہ کا لحاظ نہ کریں، واللہ الھادی.

تنبیہ: اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں و ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میّت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار انھیں کھلائیں، مگر یہ کھانا صرف اہلِ میّت ہی کے قابل ہونا سنت ہے۔ اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کے لیے بھی فقط روزِ اوّل کا حکم ہے آگے نہیں۔

کشف الغطاء میں ہے:

"مستحب است خویشاں و ہمسایہائے میّت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میّت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است[2] اھ ملخصاً۔"

میّت کے عزیزوں، ہمسایوں کے لیے مستحب ہے کہ اہل میّت کے لیے اتنا کھانا پکوائیں جسے ایک دن رات وہ سیر ہو کر کھا سکیں، اور اصرار کر کے کھلائیں، غیر اہل میّت کے لیے یہ کھانا قول مشہور کی بنیاد پر مکروہ ہے اھ ملخصاً۔

عالمگیری میں ہے:

"حَمْلُ الطَّعَامِ اِلٰی صَاحِبِ الْمُصِیْبَةِ وَالْاَکْلُ مَعَهُمْ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ

(۱)- زنہار: ہرگز۔

(۲)- کشف الغطاء، فصل نہم تعزیت، ص: ۷٤.

جائِزٌ لِشُغْلِهِمْ بِالْجَهَازِ وَ بَعْدَهٗ يُكْرَهُ كَذَا فِي التَّتَارِ خَانِيَّةُ.[1] وَاللهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ جَلَّ مَجْدُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمْ."

اہل میّت کے یہاں پہلے دن کھانا لے جانا اور ان کے ساتھ کھانا جائز ہے کیونکہ وہ جنازے میں مشغول رہتے ہیں اور اس کے بعد مکروہ ہے۔ ایسا ہی تتارخانیہ میں ہے: وَاللهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ جَلَّ مَجْدُهٗ اَتَمَّ وَاَحْكَمْ.

تنبيه : قد أرينا لك تظافر النقول فإنما الواجب اتّباع المنقول و إن لم يظهر وجهه للعقول كما صرح به العلماء الفحول فكيف إذا كان هو المعقول ولا عبرةَ بالبحث مع نص ثبت فكيف مع النصوص وقد توافرت لا نظر فيه. العلامة الفاضل إبراهيم الحلبي حيث أورد المسئلة في أواخر الغنية عن فتح القدير و عن البزازية، ثم قال ولا يخلو عن نظر لأنه لا دليل على الكراهة إلا حديث جرير بن عبدالله المتقدم وإنما يدل علىٰ كراهة ذٰلك عند الموت فقط علىٰ أنه قد عارضَه ما رواه الإمام أحمد بسند صحيح و أبو داؤد (والبيهقى في دلائل النبوة كلهم عن عاصم بن كليب عن ابيه عن رجلٍ من الأنصار قال خرجنا مع رسول الله ﷺ في جنازة فذكر الحديث) قال فلما رجع استقبله داعى امرأته فجاء وجيئ بالطعام فوضع يده وضع القوم فاكلوا فنظر آباؤنا رسولَ الله ﷺ يلوك لقمة في فيه الحديث. قال فهذا يدل علىٰ اباحة صنع أهل البيت الطعام والدعوة إليه اھ مختصرا. وقد تكفل بالجواب عنه العلامة الشامى فى رد المحتار فقال فيه نظر فإنه واقعة حال لا عموم لها مع احتمال سببٍ خاصٍ بخلاف ما فى حديث جرير علىٰ أنه بحث فى المنقول في مذهبنا و مذهب غيرنا كالشافعية والحنابلة استدلالٌ بحديث المذكور على الكراهة الخ.

(۱)۔ فتاویٰ ھندیة، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات، ج:۵، ص:۳٤٤.

أقول ولم يتعرض لاعتراضه الأول لكونه أظهرَ سقوطا فاولا نحن مقلدون لا منتقدون فما بالنا بالدليل وعدم وجداننا لا يدل على العدمِ.

ثانياً: ما ذكروا جميعا من أنه إنما شرع فى السرورِ لا فى الشرور كافٍ فى الدليل.

و ثالثاً: لا أدرى من أين اخذ رحمه الله تعالىٰ تخصيص إفادة الكراهة فى الحديث بساعة الموت أليس منعهم الطعام فى اليوم الثانى والثالث، من أهل الميت لأجل المجتمعين فى الماتم أم إنما تحرم النياحة عند الموت فقط لا بعدهٗ فإن أراد أن المعروف في عهدهم كان هو الاجتماع والصنع عنده لا بعده طولب بثبوته وعلىٰ تسليمه حققنا المناط كما أفادوا فتذهب خصوصية الوقت ملغاةً هٰذا ورايتينى كتبت علىٰ هامش رد المحتار علىٰ قوله واقعة حالٍ ما نصهٗ لأن وقائع العين مظانٌّ الإحتمالات مثلا يمكن هٰهنا أن الدعوة كانت موعودة بهٰذا اليوم من قبل واتفق فيه الموت، فإن قلت: هل من دليل عليه؟ قلت: هل من دليل علىٰ نفيه و إنما الدليل عليكم لا علينا فهذا هو النظر الرابع فى كلامه علىٰ أنّ ضيافة الموت ضيافة تتخذ لأجل الموت وضيافة الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم للنبى ﷺ لم تكن موقوفة علىٰ موت احد ولا حياته فلو أن النبى ﷺ جاءها في غير موت لاضافته و من معه من خِدَمِه ﷺ كما وقع عنهم مراراً فلم يكن فيه احداث شيءٍ من أجل الموت بحيث لو لم يقع الموت لم يكن بخلاف ما نحن فيه فإنه إنما يكون لأجله بحيث لو لم يكن لم يكن، فهٰذا الخامس علىٰ ان الحاظر والمبيح اذا جتمعها يقدم الحاظر هذا السادس هذا ما عندى والعلم بالحق عند ربى و بالجملة فليس لنا البحث فى المنقول فى المذهب هو النظر السابع المذكور اٰخرًا فى كلام الشامى و الله تعالىٰ الموقف اھ.

ما کتبت علیه مز یداً و أما المولیٰ الفاضل علی القاری علیه رحمة الباری فحاول تاو یلَ نصوص المذهب ظنا منه أنها تخالف الحدیث فقال فی المرقاة شرح المشکاة بابُ المعجزات قبیل الکرامات تحت قول الحدیث فأکلوا هذا الحدیث بظاهر یرد علیٰ ما قرره أصحاب مذهبنا من أنه یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول ، و الثالث أو بعد الاسبوع کما فی البزاز یة. ثم أورد نصوص الخلاصة والز یلعی والفتح قال: والکل عللوه بأنه شرع فی السرور لا فی الشرور، وذکر قول المحقق حیث اطلق انها بدعة مستقبحة واستدلال بحدیث جر یر رضی الله تعالیٰ عنه قال و ینبغی أن یقید کلامُهم بنوع خاصٍ من اجتماع یوجب استحیاء أهل بیت المیت فیطعمونهم کرهاً أو یحمل علیٰ کونِ بعض الورثةِ صغیراً أو غائبا أو لم یعرف رضاه أو لم یکن الطعام من عند احد معین من مال نفسه لا من مال المیت قبل قسمة و نحو ذٰلك و علیه یحمل قول قاضی خان: ”یکره و اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها أیام تأسف فلا یلیق بها ما یکون للسرور“اه. اقول:

اولاً: قد نبأناك أن الحدیث لا ورد له علیهم بوجوهٍ.

وثانیاً: لا مساغ للتقیید فی کلماتهم بعدما نقل هو عنهم أنهم جمیعا عللوه بانه إنما شرع فی السرور لا فی الشرور و أن الإمام فقیه النفس قال ”إنها أیام تأسفٍ فلا یلیق بها عوائد السرور فإن الإلجاء إلی الطعام کرها أو التصرف فی مالٍ بغیر اذن مالکه أو أحد مالکیه لا سیما الصغیر مما لا تجوز قط فی السرور لا فی الشرور و بهذا یرتفع الفرق وهم مصرحون به عن اٰخرهم فیکون تحو یلا لا تأو یلاً.

وثالثاً– ما ذکر ثانیا من التقیید بمال صغیراً و غائب ألخ أبعدوا بعدو

كيف يحل عليه كلام الخانية من أنه قال متصلاً بما مر و إن اتخذ طعاماً للفقراء كان حسناً إذا كانوا بالغين فان كان فى الورثة صغير لم يتخذوا ذٰلك من التركة اھ، مثله كلام البزاز ية و التتار خانية و الهندية وغيرها فإنه ظاهر فى أنهم يفرقون بين الضيافة واتخاذ طعام للفقراء فيحكمون على الأول بالكراهة وعلى الثانى بالحسن يقيدونه بما إذا كانوا بالغين وقد صرحوا بمفهوم القيد بمنعه من التركة إذا كانوا قاصرين فلو كانت الكراهة فى الأول أيضاً مقصورة علىٰ ذٰلك لارتفع الفرق.

ورابعاً: أرادوا هذا لكان من المستعبد تظافرهم على التعبير بالكراهة فإن الإتخاذ والحال هٰذه من أشنع المحرماتِ القطعية، كما لا يخفىٰ.

وخامساً: لئن سلمنا ما أفاده فى التاو يل أولا لكان الحكم فى مسئلتنا هذه هو المنع مطلقاً فإنهن يجتمعن عند اهل الميت و يكنَّ فى بيته يومين أو أكثر والإنسان يستحيي أن يقيم أحداً ببيته جائعاً فيضطر الى اطعامه رضىً أو سخط وقد عُلِمَ كما ذُكِرَ فى السئوالِ إنهم ان لم يفعلوا يضيروا عرضة لمطاعن عن الناس فليس الأطعام المعهود إلا على الوجه المردود، وهٰذا ما قال في معراج الدراية إنها كلها للسمعة والرياء كما قدمنا، فهذا التخصيص يؤدى إلى التعميم ولو رأى الفاضلان الحلبي والقارى ما عليه بلادنا لأطلقا القول جازمين بالتحريم لا شك أن في ترخيصه فتح بابٍ لشيطان رجيم و إيقاع المسلمين فى حرج عظيم و ضيق اليم فنسأل الله الثباتَ على الصراط المستقيم والحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد و اٰله أجمعين.

مستند اور قابلِ اعتبار دلائل سے ہم نے مسئلے کی نوعیت واضح کردی۔ دلائلِ شرعی کی پیروی واجب ہے، اگرچہ عقل ان کی توجیہ سے قاصر ہو جیسا کہ جلیل القدر علماے کرام نے اس کی

صراحت فرمائی ہے۔ اور پھر ایسا کیوں نہ ہو کہ زیرِ بحث مسئلہ (دعوتِ میت) کا ناجائز ہونا منقول ہونے کے ساتھ معقول بھی ہے (عقل میں آنے والی بات ہے)۔ اور نص کی موجودگی میں بحث و تمحیص اور نظر و فکر کو کوئی دخل نہیں اور خاص طور سے اس وقت جب کہ زیرِ بحث مسئلہ کی توضیح و تشریح سے متعلق کثیر نصوص و دلائل موجود ہوں اور ان میں کسی قسم کا نظر و اشتباہ بھی نہ ہو۔

علامہ ابراہیم حلبی نے فتح القدیر اور فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے اس مسئلہ کو غنیہ کے آخر میں ذکر کیا، اور فرمایا: یہ مسئلہ نظر و اشتباہ سے خالی نہیں کیوں کہ اس کی کراہت پر کوئی دلیل موجود نہیں سوائے جریر بن عبداللہ کی حدیث کے اور اس سے صرف موت کے وقت ایسی دعوت کی کراہت معلوم ہوتی ہے، البتہ امام احمد بن حنبل اور امام ابوداؤد نے سندِ صحیح کے ساتھ جو حدیث روایت کی یہ مسئلہ اس کے معارض و مخالف ہے۔

امام بیہقی علیہ الرحمہ نے دلائل النبوۃ میں عاصم بن کلیب عن ابیہ روایت کیا ہے کہ قبیلۂ انصار میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے (تدفین وتکفین) کے بعد جب آپ تشریف لے جانے لگے تو ایک عورت سامنے آئی تو حضور پلٹے اور آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا، تو آپ نے اور حاضر باش صحابہ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور لوگوں نے آپ ﷺ کو اس کھانے میں چند لقمہ تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔

اس حدیثِ پاک سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اہلِ میت کو دیگر افراد کے لیے کھانا تیار کرنا اور انھیں دعوت دینا جائز ہے۔ الیٰ آخرہ۔

حضرت علامہ شامی نے ردالمحتار میں شیخ ابراہیم حلبی کے اس اعتراض کا کامل اور تشفی بخش جواب یوں دیا: ''شیخ ابراہیم حلبی کے کلام میں نظر ہے کیوں کہ واقعۂ حال میں عمومیت نہیں ہوا کرتی۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے اس واقعہ کا کوئی خاص سبب ہو، جریر بن عبداللہ کی حدیث سے قطع نظر ہماری بحث اس امر میں ہے کہ ہمارے مذہبِ حنفی میں ائمۂ مذاہب (امامِ اعظم، امام ابویوسف، امام

محمد علیہم الرحمہ) سے مسئلۂ دائرہ میں کیا منقول ہے؟ائمۂ شافعیہ اور حنابلہ نے حدیثِ مذکور کی رو سے استدلال کرتے ہوئے دعوتِ میت کو مکروہ کہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی نے شیخ حلبی کے پہلے اعتراض سے کوئی تعرض نہ کیا کیوں کہ شیخ حلبی کا اعتراض ساقط الاعتبار ہے۔

اولاً: ہم مقلد ہیں نہ کہ تنقید کرنے والے، تو دلیل سے ہمیں کیا سروکار۔ دلائل تک ہمارے فہمِ قاصر کی رسائی نہ ہونا عدمِ دلائل کی دلیل نہیں۔

ثانیاً: یہ کہا ہے کہ دعوت خوشی کے موقع پر مشروع ہے نہ کہ غمی میں، یہ دلیل کافی ہے۔

ثالثاً: نہ معلوم علامہ حلبی نے یہ تخصیص کہاں سے کر دی کہ حدیث خاص موت کے وقت دعوت کے مکروہ ہونے کو بتاتی ہے۔

کیا ائمہ نے مرنے کے بعد دوسرے اور تیسرے دن اہلِ میت کو جمع افراد کے لیے کھانا تیار کرنے اور انھیں دعوت کرنے سے منع نہیں کیا؟ یا نوحہ صرف وقتِ موت ہے اور اس کے بعد نہیں؟ اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ فقہا کے عہد میں لوگوں کا اجتماع اور ان کے لیے کھانا تیار کرنا صرف وقتِ موت ہی معروف و مشہور تھا تو پھر ان سے اس کے ثبوت کا مطالبہ ہے۔ اور اگر اس کو تسلیم کیا جائے تو مسئلہ کی حقیقت ہم نے بیان کر دی جیسا کہ فقہا نے اس کا افادہ کیا ہے۔ ایسی صورت میں خصوصیتِ وقت لغو ہو کر باطل ہو جائے گی۔ اور میں نے اپنی راے رد المحتار کے حاشیہ پر ان کے قول "واقعة حال" کے تحت ذکر کر دی ہے، جس کی نص یہ ہے کہ مخصوص واقعات میں بہت سے احتمالات کا گمان ہوتا ہے، مثلاً، یہاں بھی یہ ممکن ہے کہ دعوت پہلے ہی سے اس دن متعیّن ہوا اور پھر اسی دن موت واقع ہو گئی تو اگر آپ کہیں کہ اس پر کوئی دلیل ہے؟ تو میں کہوں گا کہ کیا اس کی نفی پر کوئی دلیل ہے؟ اور پھر دلیل دینا تمھارا کام ہے نہ کہ ہمارا۔ لہٰذا ان کے کلام میں یہ چوتھی نظر ہے۔

اس کے علاوہ دعوتِ میت ایسی دعوت ہے جو موت ہی کی وجہ سے کی جاتی ہے اور رہا

صحابۂ کرام کا نبی اکرم ﷺ کی ضیافت کرنا تو وہ کسی کی موت وحیات پر موقوف نہ تھی اس لیے اگر حضور اکرم اور آپ کے صحابہ اس عورت کے یہاں بغیر کسی کی موت کے بھی تشریف لے جاتے تو وہ ضرور آپ کی ضیافت کرتی، جیسا کہ کئی مرتبہ ایسا ہوا، اور اس میں کسی ایسی نئی چیز کو انجام نہ دیا گیا جو موت کی وجہ سے ہو، کہ اگر موت نہ ہوتی تو ایسا نہ ہوتا۔ بر خلاف ہمارے اس مسئلہ کے کہ یہاں سب کچھ موت کی وجہ سے ہی ہوتا ہے اگر موت نہ ہوئی ہوتی تو ایسا نہ ہوتا، یہ ان کے کلام میں پانچویں نظر ہے۔

نیز جب حاظر و مبیح کا اجتماع ہو جائے تو حاظر کو ترجیح دی جائے گی، یہ چھٹی نظر ہے۔

یہ میری اپنی راے ہے اور حق کا علم تو میرے رب کو ہے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ منقول فی المذہب میں ہمیں تحقیق کی حاجت نہیں، اور یہ ساتویں نظر ہوئی جو علامہ شامی کے کلام کے آخر میں مذکور ہے۔

اس مسئلے پر میں نے اور کچھ زیادہ نہ لکھا البتہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے نصوصِ مذہب کی تاویل تلاشی یہ سوچ کر کہ یہ نصوص حدیث کے مخالف ہیں، اور انھوں نے مرقاۃ شرح مشکاۃ میں باب الکرامات سے کچھ پہلے باب المعجزات میں لفظ "فاکلوا" کے تحت فرمایا کہ یہ حدیث ہمارے اصحابِ مذہب کے مقرر کردہ قاعدہ کے خلاف ہے، کیوں کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں، سب مکروہ و ممنوع ہیں، جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور پھر خلاصہ زیلعی اور فتح القدیر کے نصوص کو ذکر کیا اور فرمایا کہ ان سب نے یہی علت بیان کی ہے کہ دعوت خوشی میں ہے نہ کہ غمی میں، اس کے بعد محقق علی الاطلاق کا قول نقل کیا کہ انھوں نے مطلقاً اس دعوت کو بدعتِ قبیحہ کہا ہے، اور ان کی دلیل حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پاک ہے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ فقہا کے کلام کو ایک خاص قسم کے اجتماع کے ساتھ مقید کر دیا جائے جو اہلِ میت کی حیا کا موجب ہو جس کی وجہ سے وہ مجبوراً لوگوں کو کھانا کھلائیں یا پھر کلام کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ ورثہ میں بعض لوگ نابالغ ہوں یا بعض غائب ہوں اور ان

کی رضا معلوم نہ ہو یا کھانا معین شخص کے ذاتی مال سے تیار نہ کیا گیا ہو، نہ ہی قبلِ تقسیم میت کے مال سے اور اسی صورت پر امام قاضی خان کے اس قول کو بھی محمول کیا جائے گا جو انھوں نے فرمایا: "غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں۔"

میں کہتا ہوں کہ اولاً تو ہم نے آپ کو یہ بتادیا کہ حدیث کئی وجوہ سے ان کے خلاف نہیں۔

ثانیاً- یہ جب تمام فقہانے یہ علت بیان کر دی کہ دعوت خوشی کے موقع پر ہے نہ کہ غمی میں اور یہی ان سے منقول ہے تو ان کے کلام کو مقید کرنے کی کوئی وجہ نہیں، اور امام فقیہ النفس نے فرمایا کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے وہ ان کے مناسب نہیں تو مجبوراً کھانا بنوانا یا مالِ غیر میں بنا اس کی اجازت کے تصرف کرنا یا مال کے مالکین میں سے کسی کی بھی اجازت کے بغیر تصرف کرنا خصوصاً جب کہ مالک نابالغ ہو تو یہ تو ایسے امور سے ہے جو خوشی اور غمی کسی صورت میں جائز نہیں تو اس کلام سے فرق ہی ختم ہو جا رہا ہے جب کہ تمام فقہاے کرام نے اس کی صراحت کی ہے تو یہ تغیر و تبدل ہوئی نہ کہ تعدیل۔

ثالثاً: فقہاکے مال کو مالِ صغیر یا مالِ غائب سے مقید کرنے کی جو بات ذکر کی گئی وہ بعید تر ہے اور کیسے نہ ہو کہ اس پر خانیہ کے کلام کو کس طرح پیش کیا جائے گا کیوں کہ انھوں نے گذشتہ بیان کے فوراً بعد متّصلاً فرمایا کہ اگر وہ کھانا فقرا کے لیے تیار کیا گیا تو اچھا ہے جب کہ ورثہ بالغ ہوں اور اگر ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو تو وہ کھانا ترکہ سے نہ بنائیں، انتہیٰ۔ یہی قول بزازیہ، تتار خانیہ اور ہندیہ میں ہے۔

یہ کلام اس بات میں ظاہر ہے کہ فقہاے کرام ضیافتِ میت اور فقرا کے لیے تیار کیے جانے والے کھانے کے درمیان فرق کرتے ہیں اور پہلے (دعوتِ میت) پر کراہت کا حکم لگاتے ہیں اور دوسرے پر حکمِ استحسان لگاتے ہیں اور ساتھ ہی اسے مالِ بالغین سے مقید کرتے ہیں اور مفہومِ قید کی صراحت بھی کر دی کہ وہ کھانا ترکہ کے مال سے نہ بنایا جائے جب کہ وارثین بالغ ہوں، لہٰذا اب اگر پہلی صورت میں بھی کراہت اس پر منحصر ہو تو فرق ختم ہو جائے گا۔

رابعًا: اگر فقہاے کرام کی مراد یہی ہو جو آپ نے بیان کی تو کھانے پر حکمِ کراہت لگانا ان کی ذات سے مستبعد ہے کیوں کہ ایسی صورت میں کھانا بنانا محرماتِ قطعیہ شنعیہ سے ہوگا، یہ مخفی نہیں۔

خامسًا: اگر ہم تاویل میں کیے گئے افادہ کو تسلیم کر لیں تو سب سے پہلا حکم ہمارے اس مسئلۂ دائرہ میں مطلقًا ممانعت کا ہوگا کیوں کہ عورتیں اہل میت کے یہاں جمع ہوتی ہیں اور دو دن یا زیادہ رہتی ہیں، اور انسان اس بات سے حیا محسوس کرتا ہے کہ اس کے گھر میں کوئی بھوکا رہے تو چاروناچار کھانا کھلانے پر مجبور ہوتا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ جیسا سوال میں مذکور ہے کہ اگر وہ کھانا نہ کھلائیں تو لوگوں کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنیں گے تو عادتًا کھانا کھلانا بروجہ مردود ہوگا۔ اور یہی بات معراج الدرایہ شرح ہدایہ میں کہی گئی، فرمایا: "یہ سب نام وری اور دکھاوے کے کام ہیں" جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا تو یہ تخصیص خود تعمیم تک پہنچاتی ہے۔

اور اگر فاضل حلبی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ ہمارے دیار کا حال دیکھ لیتے تو وہ مطلقًا جریر کے ساتھ تحریم کا ہی قول کرتے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی (دعوتِ میت) رخصت دینے میں مردود شیطان کے لیے دروازہ کھولنا ہے اور مسلمانوں کو حرجِ عظیم اور تکلیف دہ تنگی میں ڈالنا ہے۔

اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

مسئلہ:- از ابرایاں محلہ سادات ضلع فتح پور،

مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب، ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱)- سوم و دہم و چہلم میّت کے لیے کھانا جو پکتا ہے اس کو برادری کو کھلائے اور خود جا کر کھائے تو جائز ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ تین روز کے اندر میّت کے گھر کا نہ کھائے بعد کو جائز ہے۔ یہ تفریق صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو وجہ مابہ الفرق[1] ارشاد ہو۔

(۱)- وجہ مابہ الفرق: دونوں کے درمیان فرق کی وجہ کیا ہے؟

(۲)-مقولہ: ”طَعَامُ الْمَيِّتِ يُمِيْتُ الْقَلْبَ.“
(طعامِ میّت دل کو مردہ کردیتا ہے) مستند قول ہے؟ اگر مستند ہے تو اس کے کیا معنیٰ ہیں؟

الجواب

(۱)- سوم، دہم وچہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے، برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کرکے کھلانا بے معنی ہے۔

”كَمَا فِي مَجْمَعِ الْبَرَكَاتِ.“ (جیساکہ مجمع البرکات میں ہے)

موت میں دعوت ناجائز ہے۔

فتح القدیر وغیرہ میں ہے:

”إِنَّهَا بِدْعَةٌ مَسْتَقْبَحَةٌ لِأَنَّهَا شُرِعَتْ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ.“[۱]

وہ بری بدعت ہے کیونکہ دعوت کو شریعت نے خوشی میں رکھا ہے، غمی میں نہیں۔

تین دن تک اس کا معمول ہے۔ لہٰذا ممنوع ہے۔ اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے۔

(۲)-یہ تجربہ کی بات ہے اور اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو طعامِ میّت کے متمنّی رہتے ہیں ان کا دل مرجاتا ہے۔ ذکر وطاعتِ الٰہی کے لیے حیات وچستی اس میں نہیں رہتی کہ وہ اپنے پیٹ کے لقمہ کے لیے موتِ مسلمین کے منتظر رہتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل اور اس کی لذت میں شاغل[۲]۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

مسئلہ:-از کلی ناگر، پرگنہ پورن پور، ضلع پیلی بھیت، مکان علن خاں نمبردار

مرسلہ اکبر علی شاہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرے

(۱)-فتح القدیر، فصل فی الدفن، ج:۲، ص:۱۰۲. / مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، فصل فی حملها ودفنها، ص:۳۳۹.
(۲)-شاغل: مشغول۔

اوراس کے گھر والے چہلم کا کھانا پکائیں اور جو برادر یا غیر ہوں ان سے کہیں کہ تمھاری دعوت ہے تووہ دعوت قبول کی جائے یانہیں؟اور کھاناکیساہے؟بینوا توجروا.

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب. عرف عام پر نظر شاہد کہ چہلم وغیرہ کے کھانے پکانے سے لوگوں کا اصل مقصود میّت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے،اسی غرض سے یہ فعل کرتے ہیں، ولہٰذا اسے فاتحہ کا کھانا چہلم کی فاتحہ وغیرہ کہتے ہیں، شاہ عبدالعزیز صاحب ''تفسیر فتح العزیز'' میں لکھتے ہیں:

''وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریادرسی مے بردو صدقات وادعیہ وفاتحہ درین وقت بسیار بکار اومی آید ازیں ست کہ طوائفِ بنی آدم تا یک سال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعدِ موت درین نوع امداد کوشش تمام می نمایند۔''(۱)

وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریادرسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت میں صدقے، دعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ لوگ مرنے سے ایک سال تک خصوصًا چالیس دن تک اس طرح مدد پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

اور شک نہیں کہ اس نیت سے جو کھانا پکایا جائے مستحسن ہے اور عندالتحقیق صرف فقرا ہی پر تصدق(۲) میں ثواب نہیں بلکہ اغنیا پر بھی مورث ثواب(۳) ہے، حضور پر نور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

''فِی کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ.''(۴)

ہر گرم جگر میں ثواب ہے، یعنی زندہ کو کھانا کھلائے گا، پانی پلائے گا ثواب پائے گا۔

---

(۱)۔تفسیر عزیزی، زیر آیۃ والقمر اذا تسق الخ، ص:۶۰۲.

(۲)۔تصدق:صدقہ کرنا۔

(۳)۔مورث ثواب:ثواب کا باعث۔

(۴)۔سنن ابن ماجہ، باب فضل صدقۃ الماء، ص:۲۷۰.

"اَخْرَجَهُ البُخَارِیْ وُمُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَحْمَدُ عَنْ عَبْدِاللهِ بِنْ عَمَرُ وابْنُ مَاجَة عَنْ سُرَاقَة بْن مَالِكٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ."

(اسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ سے، امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے، اور ابن ماجہ نے حضرت سراقہ بن مالک سے روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔)

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فِیْهَا یَاکُلُ اِبْنُ آدَمَ اَجْرٌ وَفِیْهَا یَاکُلُ السَّبْعُ وَالطَّیْرُ اَجْرٌ. [1] رَوَاهُ الْحَاکِمُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا وَصَحَّحَ سَنَدَه."

جو کچھ آدمی کھا جائے اس میں ثواب ہے اور جو درندہ کھا جائے اس میں ثواب ہے جو پرند کو پہنچے اس میں ثواب ہے۔

حاکم نے اسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا اور اس کی سند کو صحیح کہا۔

بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"مَا اَطْعَمْتَ زَوْجَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ وَمَا اَطْعَمْتَ وَلَدَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ وَمَا اَطْعَمْتَ خَادِمَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ وَمَا اَطْعَمْتَ نَفْسَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ. [2] اَخْرَجَهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِی فِی الْکَبِیْرِ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبْ رَضِیَ اللهُ تَعَالیٰ عَنْهُ."

جو کچھ تو اپنی عورت کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو اپنے بچوں کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو خود اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو کچھ تو خود کھائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے یعنی جب کہ نیت محمود اور ثواب مقصود ہو۔

---

(۱)-مستدرك على الصحيحين، كتاب الاطعمه، ج:٤، ص:١٣٣.

(۲)-المعجم الكبير، مروى از مقدام بن معدى كرب، حديث: ٦٣٤، ج:٢٠، ص:٢٦٨. / مسند احمد بن حنبل، حديث المقدام بن معدى كرب، ج:٤، ص:١٣١.

اسے امام احمد نے مسند میں اور طبرانی نے کبیر میں بسند صحیح حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

"ردالمحتار" میں "بحرالرائق" سے ہے:

"صَرَّحَ فِي الذَّخِيْرَةِ بِأَنَّ التَّصَدُّقَ عَلَي الْغَنِيِّ نوعُ قُرْبَةٍ دُوْنَ قُرْبَةِ الْفَقِيْرِ."[1]

ذخیرہ میں صراحت ہے کہ غنی پر صدقہ کرنا ایک طرح کی قربت ہے جس کا درجہ فقیر پر تصدق کی قربت سے کم ہے۔

در مختار میں ہے:

"اَلصَّدَقَةُ لَارُجُوْعَ فِيْهَا وَلَوْ عَلىٰ غَنِيٍّ لِأَنَّ الْمَقْصُوْدَ فِيْهَا الثَّوَابُ."[2]

صدقہ سے رجوع نہیں ہوسکتا اگرچہ غنی پر ہو اس لیے کہ اس کا مقصود ثواب ہوتا ہے۔

اسی طرح ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ "مجمع بحارالانوار" میں توسط شرح سنن ابی داؤد سے ہے:

اَلصَّدَقَةُ مَاتَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلَى الْفُقَرَاءِ أي غَالِبُ أَنْوَاعِهَا كَذٰلِكَ فَإِنَّهَا عَلَى الْغَنِيِّ جَائِزَةٌ عِنْدَنَا يُثَابُ بِهٖ بِلَاخِلَافٍ.[3]

صدقہ وہ ہے جو تم فقرا پر تصدق کرو، یعنی صدقہ کی اکثر قسمیں فقرا ہی پر ہوتی ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک غنی پر بھی صدقہ جائز ہے بلا خلاف اس پر وہ مستحق ثواب ہے۔

اور مدارِ کار نیت پر ہے: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. تو جو کھانا فاتحہ کے لیے پکایا گیا، بلاتے وقت اسے بلفظِ دعوت تعبیر کرنا اس نیت کو باطل نہ کرے گا، جیسے کسی نے اپنے محتاج بھائی بھتیجوں کو عید کے دن کچھ روپیہ دل میں زکوٰۃ کی نیت اور زبان سے عیدی کا نام لے کر کے دے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، عیدی کہنے سے وہ نیت باطل نہ ہوگی۔

---

(۱)-ردالمحتار، کتاب الوقف، ج:۳، ص:۳۵۷.

(۲)- درمختار، فصل فی مسائل متفرقه من کتاب الهبة، ج:۲، ص:۱٦٦.

(۳)- مجمع بحار الانوار، تحت لفظ صدق، ج:۲، ص:۲۳۸.

”كَمَا نَصُّوا عَلَيْهِ فِيْ عَامَّةِ الْكُتُبِ“

(جیساکہ عامۂ کتب میں علمانے اس کی صراحت فرمائی ہے)

مع ہذا اپنے قریبوں عزیزوں کے مواسات (۱) بھی صلہ رحم وموجب ثواب ہے، اگر چہ وہ اغنیا ہوں۔

”وَقَدْ عُرِفَ ذٰلِكَ فِي الشَّرْعِ بِحَيْثُ لَا يَخْفٰى إِلَّا عَلٰى جَاهِلٍ“

(جیساکہ شریعت میں یہ ایسا معروف ہے کہ کسی جاہل ہی سے مخفی ہوگا)

اور آدمی جس امر پر خود ثواب پائے وہ کوئی فعل ہو اس کا ثواب میّت کو پہنچا سکتا ہے۔ کچھ خاص تصدق ہی کی تخصیص نہیں:

”كَمَا تَبَيَّنَ ذٰلِكَ فِيْ كُتُبِ أَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى.“

(جیساکہ ہمارے علما رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں یہ روشن ہو چکا ہے۔)

امام عینی بنایہ میں فرماتے ہیں:

”اَلْأَصْلُ اَنَّ الْإِنْسَانَ لَهٗ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ صَلَاةً اَوْصَوْمًا اَوْصَدَقَةً اَوْغَيْرَهَا.

ش: كَالْحَجِّ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَالْأَذْكَارِ وَزِيَارَةِ قُبُوْرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالشُّهَدَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَتَكْفِيْنِ الْمَوْتٰى وَجَمِيْعِ اَنْوَاعِ الْبِرِّ وَالْعِبَادَةِ كَالزَّكَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعُشُوْرِ وَالْكَفَّارَاتِ وَنَحْوِهَا، اوبدنيةً كالصوم والصَّلوٰةِ وَالْإِعْتِكَافِ وقرآءةِ القراٰنِ والذكرِ والدُّعَاءِ، اومُرَكَّبَةً مِنْهُمَا كَالْحَجِّ وَالْجِهَادِ. وَفِي الْبَدَائِعِ: جَعَلَ الْجِهَادَ مِنَ الْبَدَنِيَّاتِ وَفِي الْمَبْسُوْطِ: جَعَلَ الْمَالَ فِي الْحَجِّ شَرْطَ الْوُجُوبِ فَلَمْ يَكُنِ الْحَجُّ مُرَكَّبًا. قِيْلَ: هُوَ اَقْرَبُ اِلَى الصَّوَابِ وَلِهٰذَا لَايُشْتَرَطُ الْمَالُ فِيْ حَقِّ الْمَكِّيْ اِذَا قَدَرَ عَلَى الْمَشْيِ اِلٰى عَرَفَاتٍ فَإِذَا جَعَلَ

(۱)۔مواسات: غم خواری، حسن سلوک۔

شَخْصٌ ثَوَابَ مَاعَمِلَه مِنْ ذلك اِلیٰ اٰخَرَ يَصِلُ اِلَيْهِ وَ يَنْتَفِعُ بِهٖ حَيًّا كَانَ الْمُهْدیٰ اِلَيْهِ اَوْ مَيِّتًا. (۱) اھ

وَنَقَلْنَا عِبَارَةَ الشَّرْحِ بِطُوْلِهَا لِمَا فِيْهَا مِنَ الْفَوَائِدِ.“

اصل یہ ہے کہ انسان اپنے کسی عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر سکتا ہے، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اس کے علاوہ، (ہدایہ) جیسے حج، تلاوتِ قرآن، اذکار، انبیا، شہدا، اولیا اور صالحین کے مزارات کی زیارت، مُردے کو کفن دینا، اور نیکی و عبادت کی تمام قسمیں جیسے زکاۃ، صدقہ، عشر، کفارہ اور ان کے مثل مالی عبادتیں، یا بدنی جیسے روزہ، نماز، اعتکاف، تلاوت قرآن، ذکر، دعا یا دونوں سے مرکب جیسے حج اور جہاد اور بدائع میں جہاد کو بدنی عبادتوں سے شمار کیا ہے اور مبسوط میں مال کو حج کے وجوب کی شرط بتایا ہے تو حج مالی و بدنی سے مرکب نہیں بلکہ صرف بدنی عبادت ہوا۔ کہا گیا یہ درستی سے زیادہ قریب ہے۔ اسی لیے مکی کے حق میں مال کی شرط نہیں جبکہ وہ عرفات تک پیادہ جانے پر قادر ہو، تو جب مذکورہ عبادات میں سے اپنی ادا کی ہوئی کسی عبادت کا ثواب کوئی شخص دوسرے کے لیے کر دے تو وہ اسے پہنچے گا اور اس سے اس کو فائدہ ملے گا۔ جسے ہدیہ کیا ہے وہ زندہ ہو یا وفات پا چکا ہو۔ اھ (بنایہ)

ہم نے شرح کی یہ طویل عبارت اس لیے نقل کر دی کہ اس میں متعدّد فوائد ہیں۔

یوں بھی اس نیتِ محمود میں کچھ خلل نہیں اگرچہ افضل وہی تھا کہ صرف فقرا پر تصدق کرتے کہ جب مقصود ایصالِ ثواب تو وہی کام مناسب تر جس میں ثواب اکثر و وافر (۲)، پھر بھی اصل مقصود مفقود نہیں، جبکہ نیت ثواب پہنچانا ہے۔ ہاں جسے یہ مقصود ہی نہ ہو بلکہ دعوت و مہمان داری کی نیت سے پکائے، جیسے شادیوں کا کھانا پکاتے ہیں تو اسے بے شک ثواب سے کچھ علاقہ (۳)

(۱)۔البناية شرح الهداية، باب الحج عن الغير، ج:۲، ص:۱۶۱۱.

(۲)۔اکثر و وافر: بہت زیادہ۔

(۳)۔علاقہ: تعلق۔

نہیں، نہ ایسی دعوت شرع میں پسند نہ اس کا قبول کرنا چاہیے کہ ایسی دعوتوں کا محل شادیاں[1] ہیں نہ کہ غمی۔ ولہذا علما فرماتے ہیں کہ یہ بدعتِ سیئہ[2] ہے، جس طرح میّت کے یہاں روزِ موت سے عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ان کے کھانے دانے، پان چھالیا کا اہتمام میّت والوں کو کرنا پڑتا ہے۔ وہ کھانا فاتحہ وایصال ثواب کا نہیں ہوتا بلکہ وہی دعوت و مہمان داری ہے کہ غمی میں جس کی اجازت نہیں، کَمَا بَیَّنَّاہُ ذٰلِکَ فِیْ فَتَاوٰنَا (جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔)

یوں ہی چہلم یا برسی یا ششماہی پر کھانا بے نیت ایصال ثواب محض ایک رسمی طور پر پکاتے اور شادیوں کی بھاجی کی طرح برادری میں بانٹتے ہیں۔ وہ بھی بے اصل ہے، جس سے احتراز چاہیے، ایسے ہی کھانے کو شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی مجمع البرکات میں فرماتے ہیں:

"آنچہ بعد از سالے یا ششماہی یا چہل روز درین دیار پزند در میان برادران بخشش کنند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند[3] اھ۔

هكذا نقل عنه شيخ الاسلام فى كشف الغطاء."

وہ جو اس دیار میں ایک سال یا چھ ماہ پر پکاتے اور برادری میں بانٹتے ہیں کوئی معتبر چیز نہیں، بہتر یہ ہے کہ نہ کھائیں اھ۔

اسی طرح ان سے شیخ الاسلام نے کشف الغطاء میں نقل کیا ہے۔

خصوصاً جب اس کے ساتھ ریا وتفاخر مقصود ہو کہ جب تو اس فعل کی حرمت میں اصلاً کلام نہیں۔

اور حدیث صحیح میں ہے:

"نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِ يِيْنَ اَنْ يُوْكَلَ.[4] أَخْرَجَهُ

(۱)۔شادیاں: خوشی کے مواقع۔

(۲)۔بدعت سیئہ: بری بدعت۔

(۳)۔مجمع البرکات.

(۴)۔المستدرك على الصحيحين، كتاب الاطعمة، ج:٤، ص:١٢٩.

أَبُوْدَاؤْدَ وَالْحَاكِمْ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا بِاسْنَادٍ صَحِيْحٍ. قَالَ الْمَنَاوِيْ أي الْمُتَعَارِضِيْنَ بِالضِّيَافَةِ فَخْرًا وَ رِيَاءً لِأَنَّه لِلرِّيَاءِ لَالِلّٰه.[1]"

یعنی جو کھانے تفاخر وریا کے لیے پکائے جاتے ہیں ان کے کھانے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا۔(اسے ابوداؤد اور حاکم نے بسندِ صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے)

امام مناوی نے کہا یعنی ضیافت کے ذریعہ ناموری اور دکھاوا مقصود ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں دکھاوے کے لیے ہے۔

مگر بے دلیلِ واضح کسی مسلمان کا یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے تفاخر وناموری کے لیے کیا ہے جائز نہیں کہ قلب کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔

"هٰذَا هُوَ بِحَمْدِ اللهِ الْقَوْلُ الْوَسْطُ لَا وَكْسَ فِيْهِ وَلَا شَطَطَ وَإِنْ خَالَفَ مَنْ فَرَّطَ فِي الْبَابِ وَافْرَطَ، وَاللهُ سُبْحَانَهٗ، وَتَعَالىٰ أَعْلَمُ."

یہ بحمد اللہ درمیانی قول ہے جس میں نہ کمی ہے نہ زیادتی۔ اگر چہ اس باب میں تفریط اورافراط کرنے والوں کے خلاف ہو۔اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔

مسئله:- ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کے گھر کا کھانا، جو اہل میّت سوم تک بطور مہمانی کے پکاتے ہیں اور سوم کے چنوں بتاشوں کا لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب

میّت کے گھر کا وہ کھانا تو البتہ بلا شبہہ ناجائز ہے جیسا کہ فقیر نے اپنے فتوے میں مفصلاً بیان کیا۔اور سوم کے چنے بتاشے کہ بغرض مہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہنچانے کے قصد سے ہوتے ہیں، یہ اس حکم میں داخل نہیں، نہ میرے اس فتوے میں ان کی نسبت کچھ ذکر

(۱)-فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر، زیرحدیث مذکور:۹۴۹۱، ج:٦، ص:۳۳٥. /التیسیر شرح الجامع الصغیر، زیر حدیث مذکور، ج:۲، ص:٤٧٤.

ہے۔ یہ اگر مالک نے صرف محتاجوں کے دینے کے لیے منگائے اور یہی اس کی نیت ہے تو غنی کو ان کا بھی لینا ناجائز، اور اگر اس نے حاضرین پر تقسیم کے لیے منگائے تو اگر غنی بھی لے لے گا تو گنہگار نہ ہو گا، اور یہاں بحکم عرف ورواج عام حکم یہی ہے کہ وہ خاص مساکین کے لیے نہیں ہوتے تو غنی کو بھی لینا ناجائز نہیں، اگرچہ احتراز زیادہ پسندیدہ۔ اور اسی پر ہمیشہ سے اس فقیر کا عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- ۴ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی موت اپنی حیات میں کردی ہے تو اس صورت میں ہندہ کو کب تک دوسرے کے یہاں کی میّت کا کھانا نہیں چاہیے، اور اگر ہندہ کے گھر میں کوئی مرجائے تو اس کا بھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کب تک یعنی برسی تک یا چالیس دن تک۔ اور اگر ہندہ نے شروع سے جمعرات کی فاتحہ نہ دلائی ہوں تو چالیس دن کے بعد سات جمعرات کی فاتحہ دلانا چاہے، ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب

میّت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان کی دعوت کی جاتی ہے اس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے، اور بغیر دعوت کے جمعراتوں، چالیسویں، چھ ماہی، برسی میں جو بھاجی کی طرح اغنیا کو بانٹا جاتا ہے وہ بھی اگرچہ بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منع نہیں، بہتر یہ ہے کہ غنی نہ کھائے اور فقیر کو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہی اس کے مستحق ہیں، اور ان سب احکام میں وہ جس نے اپنی موت اپنی حیات میں کردی اور جس نے نہ کی سب برابر ہیں، اور اپنی یہاں موت ہوجائے تو اپنا کھانا کھانے کی کسی کو ممانعت نہیں اور چالیس دن کے بعد بھی جمعراتیں ہوسکتی ہیں، اللہ کے لیے فقیروں کو جب اور جو کچھ دے ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

مصادر و مراجع

۱. **القرآن الکریم**....منزل من اللہ

۲. **مسند احمد بن حنبل**....ابو عبداللہ احمد بن حنبل، متوفیٰ:٢٤١ھ.... دار الفکر، بیروت

۳. **سنن ابن ماجه**.... محمد بن یزید ابن ماجه القزوینی، متوفیٰ : ٢٧٥ھ....سعید کمپنی، کراچی

٤. **فتح القدیر**....کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف به ابن ہمام، متوفیٰ ٦٨١ھ....مکتبہ رضویہ سکھر

٥. **مراقی الفلاح**.... حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی، متوفیٰ:١٠٦٩ھ....تجارتِ کتب، کراچی

٦. **فتاویٰ سراجیه**.... سراج الدین عمر بن رسلان بلقینی، متوفیٰ:٨٠٥ھ....منشی نول کشور، لکھنو

٧. **خلاصة الفتاویٰ**....طاہر بن عبد الرشید بخاری، متوفیٰ: ٥٤٢ھ.... مکتبہ حبیبیه، کوئٹه

٨. **فتاویٰ قاضی خان**.... حسن بن مقصود اوزجندی، متوفیٰ:٥٩٢ھ....منشی نول کشور، لکھنو

٩. **تبیین الحقائق**.... فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی، متوفیٰ:٧٤٣ھ....کبریٰ امیریه، مصر

١٠. **فتاویٰ بزازیه**....محمد شہاب الدین بزاز کردری، متوفیٰ ٨٢٧ھ.... نورانی کتب خانه، پشاور

١١. **رد المحتار**.... محمد امین بن عمر المعروف بن ابنِ عابدین شامی، متوفٰی:١٢٥٢ھ....مجتبائی، دہلی
١٢. **فتاویٰ عالمگیری**.... محمد نظام الدین، متوفٰی: ١١٦١ھ و علماے ہند....نورانی کتب خانہ، پشاور
١٣. **تفسیر عزیزی**.... شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، متوفٰی......، .....مسلم بک ڈپو، دہلی
١٤. **مستدرک علی الصحیحین**..... ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیسا پوری، متوفٰی:٤٠٥ھ...]. دار الفکر، بیروت
١٥. **در مختار**.... علاء الدین محمد بن حصکفی، متوفٰی ١٠٨٨ھ..... مجتبائی، دہلی
١٦. **مجمع بحار الانوار**....محمدطاہر صدیقی ہندی،متوفٰی:٩٨٦ھ.... منشی نول کشور، لکھنؤ
١٧. **البنایہ شرح الھدایۃ**.... بدر الدین ابو محمد محمد بن احمد عینی، متوفٰی:٨٥٥ھ....مکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ
١٨. **فیض القدیر**.... زین الدین محمد عبد الرؤف مناوی، متوفٰی:٩٢٤ھ....دار المعرفۃ، بیروت
١٩. **التیسری شرح جامع صغیر**....زین الدین محمدعبدالرؤف مناوی، متوفٰی:٩٢٤ھ....مکتبہ الشافعی، سعودی
٢٠. **المعجم الکبیر**....امام سلیمان بن احمد بن ایوب ابو القاسم الطبرانی، متوفٰی:٣٦٠ھ....مکتبہ اسلامی، ایران

حافظ ملت ریسرچ اکیڈمی

کے زیرِ اہتمام

بہت جلد منظرِ عام پر

الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم

ثبوتِ میلادِ رسول ﷺ پر ایک جامع، محقق اور مدلل کتاب

فتح المبین

خیمۂ غیر مقلدین میں کہرام مچا دینے والی معرکہ آرا تصنیف

آشوبِ نجد

فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کی حقیقت سے روشناس کرانے والی نایاب کتاب



وقت فاؤنڈیشن ایک دینی، تعلیمی اور اشاعتی انجمن ہے جو خالص دینی جذبے کے تحت کام کر رہی ہے، اس کا قیام یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۲ھ /۲۲/ اپریل ۲۰۱۲ء کو جامعہ اشرفیہ کے کچھ باذوق فضلا کے ذریعہ عمل میں آیا۔ اس کے مندرجہ ذیل شعبہ جات ہیں

- حافظِ ملت ریسرچ اکیڈمی۔
- علامہ ارشد القادری لائبریری۔
- شعبۂ تحقیق رضویات بیادگار علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ والرضوان

اور مستقبل قریب کے عزائم و مقاصد یہ ہیں:

- شعبۂ تصنیف و تالیف کا قیام۔
- اکابر کی غیر مطبوعہ اور قدیم مطبوعہ کتابوں کو نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ منظرِ عام پر لانا۔
- حضور حافظ ملت اور دیگر اکابرین اہل سنت کی کتابوں کا عربی، انگریزی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کرنا۔
- دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم سے نونہالان ملت کو آراستہ کرنے کے لیے نرسری اور پرائمری انگلش میڈیم اسکول بنام امام اعظم ابو حنیفہ انٹرنیشنل اسلامک اسکول کا قیام۔
- دینی و اصلاحی مضامین پر مشتمل ماہنامہ کا اجرا۔

انھیں اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے ہم قوم و ملت کے بہی خواہوں اور علمائے کرام کے مفید مشوروں کے متمنّی ہیں۔

شعبۂ تحقیق رضویات

بیادگار علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ والرضوان